ریختی میں لباس اور زیورات کا تہذیبی اور ثقافتی مطالعہ

روبینہ بیگم، پی ایچ ڈی اردو اسکالر شعبہ اردو جامعہ پشاور

ڈاکٹر ولی محمد، شعبہ اردو جامعہ پشاور

Abstract:

Rekhti is a controversial and very popular genre in the history of Urdu poetry. This genre was neglected by the early historians of Urdu literature due to its sexual contents but apart from their reservations Rekhti is very much important due to its cultural and Gender perspective. In this research paper the researchers have analyzed the cultural background of the dress and ornaments which have been discussed in Rekhti by the poets of that time.

Keywords:
Rekhti,Poetry,Genre,Culture,woman,dress,Hashmi,Rangeen,Qais, Insha,Jaan sahib,Sajni,Mohsin

کلیدی الفاظ: ریختی ،شاعری ،صنف،ثقافت،عورت،لباس،ہاشمی ،رنگین ،قیس،انشا،جان صاحب، سجنی، محسن

صنف ریختی کو اس حوالے سے امتیاز حاصل ہے کہ اس میں دکن، دہلی اور لکھنو کی تہذیب و ثقافت کے ساتھ ساتھ ہندوستان گیر ثقافتی رنگ بھی پائے جاتے ہیں۔اس میں نہ صرف عقائد،اقدار اور مقررات کی ایک دنیا آباد ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دہلی، لکھنو اور دکن کے مادی ثقافتی حوالے بھی بکثرت ملتے ہیں۔اردو غزل کی یہ بد قسمتی رہی کہ وہ فارسی غزل کی تقلید میں اپنے لیے مقامی ثقافتی رویوں کا تعین کرنے میں کسی حد تک ناکام رہی۔اصناف نظم میں مرثیہ نے ایک مخصوص حد تک ثقافتی ترجمانی کا حق ادا کرنے کی کوشش کی لیکن تاریخی پس منظر میں غیر ہندوستانیت ہمیشہ اس کے آڑے آتی رہی۔مثنوی داستان کی طلسماتی فضا کا شکار رہی یہی وجہ تھی کہ اردو کی معرکہ آرا مثنویوں سحر البیان اور گلزار نسیم میں ہندوستانی فضا کی موجودگی بہت کم دکھائی دیتی ہے۔اگرچہ سحر البیان میں بھی زیورات اور پوشاک اور محدود تہذیبی و ثقافتی رویوں کی ترجمانی ملتی ہے لیکن ریختی کے ساتھ ان تمام اصناف کا موازنہ کیا جائے تو ریختی نے نہ صرف یہ ہندوستانی ہونے کا حق کا ادا کر دیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مادی تہذیبی و ثقافتی عناصر بھی ریختی میں جگہ ملی ہے۔مادی تہذیبی اور ثقافتی حوالوں میں ایک اہم حوالہ لباس اور ان کی اقسام نیز آرائش و

زیبائش کا بھی ہے۔

ریختی گو شعرا کے ہاں جو سب سے مضبوط حوالہ ملتا ہے وہ کپڑوں کے بیان، آرائش و زیبائش کے سامان اور زیورات کا ہے۔ تقریباً تمام ریختی گو شعرا نے اسے بخوبی برتا ہے اور تمام لوازماتِ آرائش و زیبائش کو حتی الوسع بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ کپڑوں اور زیورات کا ذکر کرنا، ان کو پسند کرنا اور ان کے جزئیات بیان کرنا عورتوں کی فطرت میں شامل ہے یہی وجہ ہے کہ ریختی جیسی زنانہ صنف سخن میں لباس اور اس کے لوازمات سے گریز مشکل تھی۔ اس طرح ریختی گو شعرا نے اپنے دور کے مروجہ فیشن اور اس کے ساتھ ساتھ اس دور کے لباس اور زیب و زینت کے سامان اور زیورات کو اپنی ریختیوں میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح کپڑوں کے معیار، اقسام اور لوازمات کے ساتھ ساتھ زنانہ لباس اور اس کے متعلقات بھی ان ریختیوں میں ملتے ہیں اور مردانہ لباس کا ذکر بھی ان کے موضوعات میں شامل ہے۔

ہاشمی بیجاپوری نے اپنی ریختیوں میں کپڑوں کے بے شمار اقسام گنوائے ہیں۔ جن میں آنار دانہ، اطلس، بادلا، بادلی، پاٹ، پھاٹ، پامیان، پتمبر، پنچتولہ، تاس، تنگ، تنگٹ مہر چال، جامے دار، جھونا، چار خانہ، چنڑی، چھینٹ، خاصہ، دھن کٹ، ڈنڈارس، ریشم، زربفت، زرتار، زری کے تھان، ساٹھ سفید سالو، کاٹ، کُسبنا، کھن، گنیم، مخمل، نیلک اور والا(۱) شامل ہیں۔

اسی طرح زنانہ لباس اور اس کے متعلقات میں آنچل، آستین، انگیا، اوڑھنی، بتیس تختیاں کی اوڑھنی، پچھوڑی، پشواز، پشواز کے بند، پلو، پھڑکا، تہمند، چادر، آفتابی چادر، چنڑی، چولی، چولی کے بند، چیسر، دامن، ساڑی، سمسوی سیلا، شال، زری شال، شروال، شلوار، قصابی، کمر بند، کھس، گھونگٹ، گھونگری، لہنگا اور میاں بندی کا تذکرہ ان کے ہاں ملتا ہے۔ اسی طرح مردانہ لباس اور اس کے متعلقات میں پٹکا، جامہ، چولا، چیرا، رومال اور مندیل قابل ذکر ہیں۔ ہاشمی بیجاپوری نے نہ صرف لباس کے نام گنوائے ہیں بلکہ اس کے ذریعے سے عورتوں کی نزاکت، خوبصورتی اور مخصوص اوقات میں موسم کی مناسب سے استعمال پر بھی بات کی ہے۔ ذیل کے اشعار سے اس بات کی وضاحت ہو جائے گی۔ ملاحظہ کریں:

ہری چولی کی کیا تعریف کروں اودے ڈنڈارس کا
تو گوری خوب لگتا ہے تہبند تو لال اطلس کا
تو خوشبوئی لاگ نکلے پر معطر تو ہوا عالم
گلابی عطر کا جوڑا ٹوٹا جو ہر سلارس کا(۲)

لٹی پوٹ بنگڑیاں تھے تو ود پشواز موٹی اوڑھنی
پنج سیر سونا نہی ہوئی ووھی بادلا اور تاس تھا(۳)

سہاوے نارنجی چولی ہرے ڈالیاں منے تیرے
چھپے پاتاں میں جیوں نارنج یوں کچ ہر انچل دیکھا(۴)

کنگھی چوٹی سو کاجل کر رھنانیٹ پاٹ ٹھمکے سوں
سنگلاتی باج اُجڑ یا خوں موا نیٹ پاٹ ہور ٹھم کا
انجھو کاجل لے ٹیکے سوسنے پر دیکھ بھابھی کیں
برہ کے جوہری کیں تے لے مہنے یار نیلم کا(۵)

روٹی فرغول زری شالاں بچھوڑیاں لال کیا کرنا
سنگلاتی باج ٹھنڈ میں بس ہوایک پھڑکا کٹھیم کا(۶)

گئے پر تمہیں تیسایک بس کیا ہے زر کی چادر
داٹوں سفید چولاکرسوں نہ نارنجی کا
سٹ کر تمھیں چلے کر تھیالی پنلگ پہ کیوں سوؤں
بوریا ہوا تو بس ہے کیا کام شطرنجی کا(۷)

تمیں گئے پر میں اوڑھنی نیں نوی جھلکاٹ کی چادر
پھٹی ہوئی اوڑھ لی جو میں پرانی پاٹ کی چادر
سفید سالو تمیں گئے ہر میں دھوبی کہاں دھلائی نیں
ووھی میلی چکٹ ہوئی یوں جیوں کالی کاٹ کی چادر(۸)

کیا احمد باد کی میٹھی ادک ہے آگرائی تے
تمیں بھیجے سو ہے سر پر مرے کرناٹ کی چادر(۹)

پشواز پر سٹ تُن کا رنگ پینوں سہاگن کرکے ہو
موٹی سی اوڑھو اوڑھنی رنگ میں پپلک کے لال کر
چولی تہبند پنچتولی کوں کیا دھوئے نیبو گوند سوں
نہا کر ضرور پینا کروں پانی میں چپ کھنگال(۱۰)

درج بالا اشعار میں عورتوں کے لباس اور اس کے متعلقات کا بیان آسانی سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ان اشعار میں جتنے بھی لباس ذکر کیے گئے ہیں یہ تمام عورتوں کے لباس ہیں۔ جو ایک خاص دور میں عورتیں پہنا کرتی تھی۔ مثلاً پشواز ایک قسم کا جامہ ہے جو آگے سے کھلا رہتا ہے چونکہ یہ ایک گھیر دار پوشاک تھی اس لیے رقاصاؤں میں بہت مقبول تھی اور اس کو عموماً ناچتے وقت عموماً پہنا جاتا تھا۔ اسی طرح اوڑھنی ایک قسم کا دوپٹہ ہوتا ہے جو زیادہ لمبا نہ ہو، اسی طرح انگیا ایک ایسا لباس ہے جو عموماً ہندو عورتوں کے استعمال میں آتا تھا۔ بعد میں مسلمان عورتوں نے بھی اسے پہننا شروع کیا۔ آگے چل کر انگیا سے مراد وہ چھوٹا کپڑا ہو گیا جس کو عورتیں اپنے شلوار کے یا جمپر کے نیچے پہنتی تھی۔ اسی طرح تہبند وہ لباس ہے جو لہنگے کے متبادل کے طور پر پہنا جاتا تھا۔ فرغول سردیوں کے موسم کا لباس ہوتا ہے جس میں ایک سیر سے زیادہ روئی نہیں دی جاتی تھی یہ کپڑا خوب گرم ہوا کرتا تھا۔ لہٰذا وہ تمام قسم کے لباس جو اس دور میں موسم کی مناسبت سے استعمال ہوتے تھے ہاشمی نے ان کا بخوبی ذکر کیا ہے۔

ہاشمی کو عورتوں کے لباس کے علاوہ ان کے زیورات اور آرائش کے سامان کا بھی خوب علم تھا۔ جس کے بیان سے انہوں نے اپنی ریختیوں کو جاندار بنایا ہے اور ان کی ریختیاں صحیح طور پر عورتوں کے جذبات کی ترجمانی کر رہی ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے ہاں زیورات، سنگار اور مختلف خوشبویات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ زیورات میں ان کے ہاں پائل، پٹی، تلک، ٹیکا، ٹیلا، جھمکا، جھمکے کا پات، چوڑی اور اس کی اقسام، نتھ، نتھ کی کڑی، نس تارے، ہار، چندر ہار، سونے کا ہار اور اس کے اقسام، جواہرات میں الماس، در شہوار، لعل اور ہیرا، سنگار میں اٹکل، پان، بیڑہ، جوڑا، چوٹی، دانت چھلنا، درپن، دَھڑی، کاجل، کنگھی، موئے بند، مہندی، خوشبویات میں صندل، عنبر، عود، گلاب، گلابی عطر، مشک اور زعفران نمایاں ہیں۔ ان کے دیوان میں ایک پوری ریختی عورتوں کے زیورات پر مشتمل ہے۔ عام طور پر اس وقت چھتیس قسم

کے زیور مشہور تھے جنہیں ہاشمی نے ایک ہی ریختی میں بیان کیا ہے۔(۱۱)

رنگین کی ریختیوں میں یہ اضافی خوبی پائی جاتی ہے کہ انہوں نے لباس کا ذکر کرتے ہوئے عورتوں کے پسند و ناپسند، تنگ اور کھلے کپڑوں کی مناسبت سے عورتوں کی داخلی کیفیات کا ذکر بھی کیا ہے۔ موسمی حالات کے مطابق لباس پہننے کا دستور ہر معاشرے میں یکساں ہے۔ سردی اور گرمی کا لباس سب کا الگ ہوتا ہے۔ اور اس کی اقسام بھی ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں۔ رنگین نے لباس کی اقسام، معیار، بناوٹ کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے ہاں جو سب سے نمایاں رنگ ہے وہ تنگ کپڑوں سے بیزاری ہے۔ جس کی وجہ سے عموماً خواتین کو گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ آج کے دور میں تو یہ ایک فیشن بن گیا ہے مگر اُس دور میں تنگ کپڑوں سے بیزاری برتی جاتی تھی جسے رنگین نے اپنی ریختیوں میں بڑی باریک بینی سے بیان کیا ہے۔ ذیل میں اس موضوع کے حوالے سے چند مثالیں ملاحظہ کریں:

کرتی جالی کی پڑا سر پہ دوپٹہ اچھا
قہر پاجامہ اور انگیا کی کساوٹ خاصی
قطع چوکلیا عجب گھیر ہے دامن کا طلسم
آستیں چست بہت اور رچاوٹ خاصی(۱۲)

کرتی نادر تڑاقے کی محرم
قہر پاجامہ سر کی شال پری(۱۳)

لائی انگیا جو میرے واسطے سی مغلانی
اپنی سگھڑاپے پہ اترا کے ہنسی مغلانی
آستیں ہے ہر اک تنگ کہ چڑھتی ہی نہیں
بند دارائی کے بھونڈے میں سبھی مغلانی(۱۴)

اس کے ساتھ رنگین نے عورتوں کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ان کی نفسیات کو بھی بیان کیا ہے کہ اکثر اوقات بھاری بھر کم لباس پہننے سے کتراتی ہیں اور اس کے مقابلے میں ہلکا لباس شوق سے پہنتی ہیں۔ اسی طرح بھاری لباس سے بیزاری کا موضوع بھی ان کے ہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ مثال ملاحظہ کریں:

کروں قربان میں پشواز کو جالی کی کرتی پر
دوگانہ مجھ سے اُٹھ سکتا نہیں ہے بوجھ دامن کا(۱۵)

بوجھ سے اس کے کمر لچکی ہی پڑتی ہے مری
کیوں مجھے گھیر کے انانے پہنائی پشواز(۱۶)

رنگین نے مختلف اوقات میں مختلف رنگوں کے لباس پہننے کے رواج کو بھی ریختوں کا موضوع بنایا ہے جس سے رنگ اور کپڑوں کی بناوٹ کے ساتھ ساتھ معیار کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ رنگین نے لباس کے لوازمات اور متعلقات کو بڑی باریک بینی سے پیش کیا ہے جس سے ان کے مشاہدے ثبوت ملتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ کریں:

سرخ جوڑا تو رنگا لینے دو لوگوں مجھ کو
یوں بھی ہوتی ہے کہیں لال پری کی بیٹھک(۱۷)

کپڑوں کی بناوٹ کے حوالے سے یہ شعر ملاحظہ کریں:

بند پاجامہ کی چنپا میں سریا کی چمک
وہ پریزاد دُھریں اور بناوٹ خاصی(۱۸)

اس کے علاوہ ایک مکمل ریختی عورتوں کے لباس کے متعلق ہے جس میں لباس کی مختلف اقسام کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ریختی میں رنگین نے اوڑھنی کی مختلف اقسام، موسم کے تغیر اور اس کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے عورتوں کی کیفیات اور پسند و ناپسند کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ درج ذیل ریختی میں بڑی عمدگی سے اوڑھنی کی اقسام کا ذکر ملتا ہے ملاحظہ کریں:

میں وہ تو اوڑھنے کی نہیں کل کی اوڑھنی
باجی مجھے اوڑھا دو جھلا جھل کی اوڑھنی
بھیجا ہے گوٹ کا یہ دوپٹہ مجھے چہ خوش
اور آپ اوڑھ بیٹھے مسلسل کی اوڑھنی

گرمی کے مارے ناک میں آئی ہے میری جان
انا اوڑھا دے لاکے کوئی ہلکی اوڑھنی
بچکی سی مجھ کو بھاتی ہے کچھ جی سے گاج کی
بندی کو زہر لگتی ہے ململ کی اوڑھنی(۱۹)

درج بالا تمام مثالوں سے رنگین کے مشاہدے کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے عورتوں کے لباس اور اس کے متعلقات کو تمام تر جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور اس میں ہر قسم کے لباس اور اس لباس کے ساتھ عورتوں کی پسند و ناپسند کو بھی پیش کیا ہے۔ یوں رنگین کی ریختیاں خالص عورتوں کی زبان میں ان کی روزمرہ زندگی کے ساتھ ساتھ ان کے لباس کا بھی احاطہ کرتی ہیں۔

قیس کے ہاں عورتوں کے لباس کے موضوعات رنگین کی ریختیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کی اکثر ریختیاں رنگین کے ہم قافیہ و ہم ردیف ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں انگیا، کرتی، آستین، چڑیا، ازار بند، پاجامہ، اسی طرح ململ، بسنتی وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ تمام کے تمام عورتوں کے لباس کے متعلقات ہیں جو اس دور میں لباس کا حصہ تھیں۔ قیس کی ریختیاں نہ صرف عورتوں کے جذبات کی ترجمانی کرتی ہیں بلکہ ان تمام امور کو بھی انہوں نے زیر غور لانے کی کوشش کی ہے جو خاص طور پر عورتوں سے متعلق ہیں۔ قیس چونکہ ولی دکنی کے ہم عصر تھے اس لیے ان کی زبان صاف ستھری اور رواں ہے۔ اور اس رواں اور سلیس انداز میں عورتوں کے لباس کے تذکرے سے ان کی ریختیاں کچھ زیادہ ہی رنگین ہو جاتی ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کریں:

سر میلے میں تہہ پوشی اُتاری تھی جو میں نے
اُجلے نے اسے دھوکے اری لائی جمیلا(۲۰)
جلبیسر کی چوڑی کا جوڑا منگا دے
میں پہنوں گی مجھ کو ہے ارمان آپا(۲۱)
ستیا ناس گئی تو نے تو کھوئی انا
زرد اطلس کی جو تھی وہ میری پیاری انگیا
ٹوکیاں ڈھیلی ہیں اور تنگ پچھاؤں میں ددا
اس طرح کوئی بھی سیتا ہے گنواری انگیا(۲۲)

لباس کی بناوٹ اور سج دھج کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جوڑا بھی سج سجا کے بسنتی بہت ہی خوب
آئی ہے کر بسنت کا سامان ڈومنی(۲۳)

اس کے علاوہ لباس کی بناوٹ اور فٹنگ میں لانے کے موضوع کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ مثال دیکھیے:

جو برابر تو ذرا چھاٹ دے اس کرتی کو
سیدھے بازو کی طرف ہے یہ جھکی مغلانی
آنگ کے میرے برابر ہے کہیں فرق نہیں
قطع پاجامہ کیا کس نے اری مغلانی
تو نئی ململ کی لگا بند ہوں دارای کے
میں جو کہتی ہوں سو اس طرح کی سی مغلانی(۲۴)

قیس کے ہاں رنگین کی طرح ازار بند کے ردیف میں دو ریختیاں ملتی ہیں۔ ان ریختیوں میں انہوں نے ازار بند کی اقسام، رنگ اور معیار کو کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے کہ اس کے سائز، معیار اور اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مثال دیکھیے:

چھوٹے بڑے پہ کچھ نہیں موقوف ہے ددا
میری پسند ہے وہ منجھولا ازار بند
دو تولے چارر ماشے تھے موتی لگے ہوئے
کانٹے میں در کے میں نے جو تولا ازار بند
غرباؤں کے لیے یہ بنائے ہیں سوت کے
بیگم روپے کے بکتے ہیں سولا ازار بند(۲۵)

اسی طرح ازار بند ڈالنے کے لیے شلوار میں جو نیفہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے لیے قیس نے چڑیا کا لفظ استعمال کیا ہے اور بہت خوبصورتی سے اسے شعر میں برتا ہے۔ ملاحظہ کریں:

تو نے چڑیا وہ بنائی کہ ابھی بول اُٹھے
تیرے ہاتھوں کے میں قربان ہوئی مغلانی(۲۶)

اس کے علاوہ قیس کی ریختیوں میں چوڑیوں اور جوتوں کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ چوڑیوں کی مختلف اقسام اور معیار کو موضوع بنایا گیا ہے جس کے حوالے سے پوری ایک ریختی اس پر مشتمل ہے۔ اسی طرح چوڑیوں کے موضوع پر بھی انہوں نے دو ریختیاں لکھیں جو ان کے دیوان میں شامل ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ کریں:

کچھ بھی ہے کمبخت پر پہنس کا جوڑا چل ددا
کیا ہوا تجکو جو یہ پہنی گنواری چوڑیاں
لال مہنا کرکے اس پر رائی مینا توڑنا
کہدے منہارن سے انا یوں بناری چوڑیاں(۲۷)

انشاء کی ریختیوں میں عورتوں کے لباس اور اس کے متعلقات کا ذکر منفرد انداز میں ہوا ہے۔ انہوں نے جہاں متعلقاتِ لباس کا ذکر کیا ہے وہاں پر پسند و ناپسند یا بیزاری کے عناصر کو بھی نمایاں کیا ہے جو عورتوں کا خاص وصف ہے۔ اسی طرح ازار بند کے مضمون کو بھی انہوں نے ایک ریختی میں باندھا ہے۔ اس موضوع کو نہ صرف انشا نے بلکہ تمام ریختی گو شعرا (خصوصاً رنگین اور قیس) نے بھی پیش کیا ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ جنس کی طرف رغبت ہے جو ریختی کا خاصہ قرار دیا گیا ہے اور دوسری وجہ عورتوں کی نفسیات ہیں کہ وہ لباس کا تذکرہ کرتی ہوئی اس کے لوازمات کا ذکر بھی کرتی رہتی ہیں۔ اور لباس کے ساتھ ساتھ اس کے متعلقات کو بھی انشا کے ہاں جزئیات کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے۔ انشاء کی ریختیوں سے لباس کے موضوع پر لکھے گئے اشعار میں سے چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

چھبتی ہے یہ تو نگوڑی مجھے بھاری انگیا
کوئی سادی سی میرے واسطے لاری انگیا
گوکھرو، مہر، بنت، ڈاک، ستارے کیا چیز
اس سے ہو جاتی ہے کمبخت گنواری انگیا
اوڑھنی مجھ سے جو بدلی، تو اجی باجی جان
وہ بھی اک دیجے جو ہو بھاری سے بھاری انگیا(۲۸)
آپا تحفہ وہ جو بڑ چچی ہے، اس کی انگیا
تب سیون ساری کی ساری ہی جو اک لاہی ہو(۲۹)

نانگ بچگی ہے اگر میرے لیے
تو نے انگیا کوئی چھوٹی سی ہو(۳۰)

اس کے ساتھ ساتھ انشا کے ہاں کے حوالے سے بھی پر بھی مختلف مقامات پر اشعار ملتے ہیں۔ایک ریختی کی تو ردیف بھی اوڑھنی رکھا گیا ہے۔اس کے علاوہ اوڑھنی کی مختلف اقسام کو بھی بیان کیا گیا ہے اور اس کے رنگوں کے ذریعے خوبصورتی میں جو اضافہ ہوتا ہے اس کی وضاحت ملتی ہے۔مثالیں ملاحظہ کریں:

کوئی بیچا ہو تو اس وقت تصدق ہو جائے
اوڑھنی زرد عجب تم پہ سجی، بی ستی(۳۱)

اوڑھنی سبز ہے اس کے ہی لیے
جو کہ پٹ جانے میں کائی سی ہو(۳۲)

کوکاجی، دیکھو میری دوگانا پہ کیا بھپی
پشواز اودی اور جھلا جھل کی اوڑھنی
اس اودی اوڑھنی کی تو گاتی نہ باندھیو
بن جائے گی پہ، کوٹھری کاجل کی اوڑھنی
انشا کے سونگنے کے لیے ان نے بھیج دی
جالی کی کرتی اور وہی ہلکی اوڑھنی(۳۳)

اس کے علاوہ انشا کے ہاں ایک اور رنگ بھی نمایاں ہے کہ ان کی ریختیوں میں جدید لباس کی مذمت اور پرانی قدروں سے محبت دکھائی دیتی ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رائج اقدار میں جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں ان میں لباس کی تبدیلی بھی ایک اہم مثال ہے۔جن پر انشا نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

پائنچے ڈھیلے قبائیں سب نے کیں اب ٹھیک ٹھاک
اُڑ گئے وہ لمبے دامن اور اونچی چولیاں(۳۴)

لباس کے موضوع کے حوالے سے اگر "دیوانِ ریختی عرف رنگیلی بیگم "کا مطالعہ کیا جائے تو محمد محسن خان نے اس پورے دیوان میں عورتوں کے جذبات،احساسات، مرد کی بے وفائی،رنڈیوں کی فطرت، سوتن سے نفرت اور ساس بہو کے معاملات تو موضوعِ سخن بنایا ہے عورتوں کے لباس اور اس کے متعلقات کو پیش نہیں کیا۔ان کے ہاں صرف دو جگہوں پر لباس کا ذکر ملتا ہے۔لیکن اس کا موضوع بھی لباس اور اس کی اقسام وغیرہ نہیں بلکہ کپڑوں میں وجود کا ڈھکنا اور شرم و حیا کی ترغیب ہے۔ محمد محسن خان نے جہاں اپنی ریختیوں کو عورتوں کے جذبات کا وسیلہ بنایا وہاں عورتوں کے اس فطری جذبے سے پہلو تہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیونکہ اگر عورتوں کی باتیں ہوں،ان کے جذبات،امورِ خانہ داری اور دیگر مباحث ہوں اور لباس کا تذکرہ نہ ہو تو اس سے ذوق کی تسکین نہیں پاتی۔ محمد محسن خان کے ہاں ایک دو مقامات پر لباس کا ذکر ملتا ہے لیکن کچھ اس انداز سے جس سے عورت کے جسم کا نظارا کیا جاسکے۔ مثال ملاحظہ کریں:

پہنی کرتی بوا بیگم نے اٹنگی ایسی
نور چھن چھن کے نکلتا ہے نظارا کیسا(۳۵)

ایک اور مقام پر لباس کے بیان سے حیا کی ترغیب دلائی گئی کیونکہ لباس ایک طرح سے ستر پوشی کا کام کرتا ہے اور یہی فرق رکھنے کے لیے انسانوں اور جانوروں میں تہذیبی نمو کی صورت میں لباس سب سے بڑا حوالہ ہے۔ محسن خان لکھتے ہیں۔

یہ کس سگھڑ نے سکھائی تجھ کو ہی کسبیوں کی سی اونچی کرتی
کھلا ہے پیٹ آدھا اوئی نگوڑی۔ ذرا حیا کر ذرا حیا کر(۳۶)

درج بالا دونوں مثالوں میں لباس کا ذکر تو موجود ہے مگر ان سے اس دور کے لباس کی پوری ترجمانی نہیں ہو پاتی فقط لباس کے ذریعے سے وجود ڈھکنے کی ترغیب ملتی ہے۔

ساجد سجنی لکھنوی کی ریختیوں میں بھی لباس کے حوالے موجود ہیں۔انہوں نے نہ صرف لباس اور اس کے متعلقات کا ذکر کیا ہے بلکہ قدیم وجدید دور کے لباس کا موازنہ کر کے طنز کے تیر بھی برسائے ہیں۔ان کی ریختیوں میں لباس اور جوتوں کی مطابقت کا بیان بھی ملتا ہے اور برقع کے موضوعات بھی ان کے ہاں دیکھے جاسکتے ہیں جس سے اندازہ

ہوتا ہے کہ اس دور کے معاشرے میں برقع کا رواج عام تھا۔ تبھی تو شاعر نے اس مضمون کو باندھا ہے۔ عورتوں کی لباس سے محبت اور اس حوالے سے سنجیدگی ان کے ہاں موجود ہے جس سے عورتوں کی نفسیات کا پتہ چلتا ہے۔ لباس کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے تاکیدی موضوع کو بھی انہوں نے بڑے دلنشین انداز سے بیان کیا ہے۔ مثال ملاحظہ کریں:

یہ کہاں کا چوچلا ہے ذرا ہٹ کے کھیلو منا
مرا ریشمی غرارہ کہیں مل گجل نہ جائے(۳۷)

ان کے ہاں لباس کے حوالے سے رنگوں کی موزونیت کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

سرخ چولی، سرخ ساڑی، سرخ چپل، سرخ پرس
اوئی اللہ تم تو بھابھی کامریڈن ہو گئیں(۳۸)

درج بالا اشعار میں لباس کے رنگوں کی موزونیت کے ساتھ ساتھ زیب و زینت کو مزید نکھارنے کے لیے سرخ رنگ کے چپل اور پرس کے موضوع کو باندھا گیا ہے۔ جس سے مصنف کے رنگوں اور میچنگ کے حوالے سے مشاہدے کا پتہ بھی چلتا ہے اور ساتھ ساتھ سرخ رنگ کو سرخ انقلاب سے جوڑ کے ریختی میں دلچسپی بھی پیدا کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ سجنی نے برقع پہننے کی روایت کو بھی اپنی ریختیوں میں زندہ رکھا ہے۔ ایک طرف اگر برقع مسلمانوں کی روایت کا پاسدار ہے تو دوسری طرف پردہ اور حیا کی علامت بھی ہے کیونکہ معاشرے میں وہیں عورتیں ہوس پرستوں کی نظروں کا شکار رہتی ہیں جو بے پردہ ہو کر گھروں سے نکلتی ہیں اور جو عورتیں پردے کا خیال رکھ کر برقع یا چادر اپنے اوپر ڈال کے رکھتی ہیں وہ ان فتنوں سے خود کو محفوظ پاتی ہیں۔ اس موضوع کو سجنی نے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے مثال ملاحظہ کریں:

جب سے اُٹھا کے رکھ دیا برقع کو طاق پر
تکتے ہیں گھور گھور کے سب بد نظر مجھے(۳۹)

اسی طرح بے پردگی کی مخالفت میں ان نام نہاد برقعوں کی بھی مخالف کرتے ہیں جو نام کا تو پردہ ہو مگر اس پردے میں بھی چہرہ دکھائی دیتا ہے اور ہوس پرستوں کی نظروں کی پیاس بجھانے کے کام آتا ہے۔ شعر دیکھیے:

یہ نوج کیسا ہے برقع یہ کیسا پردہ ہے
نقاب سے رُخِ زیبا دکھائی دیتا ہے(۴۰)

اس کے علاوہ سجنی کے ہاں جدید دور کے فیشن ایبل خواتین کے لباس کی مذمت بھی ملتی ہے۔ انہوں نے ہر اس لباس کی مخالفت کی ہے جس سے مرد وزن میں تمیز باقی نہ رہے اور جس سے عورتوں کے جسم کی جزئیات نمایاں ہوں۔ انہوں نے اس حوالے سے جدید فیشن پر طنز کی ہے اور اس رویے کی مخالفت کی ہے وہاں پر انہوں نے ریختی کی ہیئت میں بھی تبدیلی لانے کی کوشش کی ہے۔ ان کے ہاں اس حوالے سے قطعے کی ہیئت میں اس موضوع کو پیش کیا گیا ہے۔ ان کے قطعات بھی ریختی ہی ہیں جس میں عورتوں کی مخصوص زبان اور محاورات کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ ان کے قطعات میں بطورِ مجموعی طنز کا عنصر نمایاں ہے۔ جدید دور کے فیشن اور لباس کی تبدیلی کے حوالے سے مثالیں ملاحظہ کریں:

اب سے پہلے میں عورت نہیں تھی مگر
جس طرف سب چلے مجھ کو چلنا پڑا
وہ غرارہ سے پتلون میں آگئیں
مجھ کو بھی اپنا چولا بدلنا پڑا(۴۱)

مزید دیکھیے:

ہو جسم پر لباس جو اچھا دکھائی دے
پردے کی چیز بھی پسِ پردا دکھائی دے
سجنی میں اس سلیکس کے کپڑوں سے آئی باز
جس کو پہن کے ہر کوئی ننگا دکھائی دے(۴۲)

جان صاحب کے ہاں عورتوں کے لباس اور متعلقات کا ذکر بڑی خوبصورتی سے ملتا ہے۔ انہوں نے عورتوں کے پہننے کے ہر اس لباس کا ذکر کیا ہے جو اس دور میں رائج تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ لباس کے متعلقات کو بھی انہوں نے موضوع بنایا ہے۔ لباس اور اس کے متعلقات میں ان کے ہاں آڑا، بادلہ، پھولام، تاش، چاند تارا، سوس، شبنم، شربتی، کم خواب، محمودی، مخمل، ململ، اسی طرح کرتی، پائجامہ، پائنچہ، انگیا اور پشواز کا ذکر ملتا ہے اور سنگار کی اشیا اور مختلف خوشبویات کا ذکر بھی ان کے ہاں ملتا ہے۔ خوبصورت لباس کے ساتھ ساتھ زیور پہننے کا شوق ہر دور کی عورتوں میں ہوتا

ہے اور اس کے ساتھ سرمہ، مہندی اور مختلف قسم کی خوشبوؤں سے خود کو معطر کرنا عورتوں کی فطرت میں شامل ہے۔ جان صاحب کی ریختیوں میں ان تمام لوازماتِ سنگار کے ساتھ ساتھ لباس کا بیان بھی موجود ہے۔ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

لو پہن کے چو چندی میں مہتاب کی گھورو
مہرن نے کیا جوڑا ہے تیار تمہارا(۴۳)

مجھ سے تم کڑوی نہ ہو ڈالو نہ تم نیم پھول
جال کرتی کا مری جان کو جنجال ہوا(۴۴)

لباس کا شوق اور عمر کے ساتھ ساتھ اس کے تقاضوں اور عمر کے مطابق لباس پہننے کے رواج کو یوں برتا گیا ہے:

جوان لڑکیاں مرتی ہیں ڈھیلے پائنچوں پر
ہے شوق بڑھیوں کو اب میانی کی کساوٹ کا(۴۵)

کمخواب کا ذکر ملاحظہ کریں:

کیوں سدا جاگوں نہ شب کو نیند غم سے اُڑ گئی
میری ضد سے سوت کو پہنائیں گے کمخواب اب(۴۶)

گلبدن پاس جو کمخواب کیا کرتے ہو
راست کو دو ہوا کس واسطے ترچھا اخلاص(۴۷)

مغلانی کیوں بڑا کیا پاجامے کا یہ گھیر
میری تو چکل چوڑی نہ تھی اس قدر کمر(۴۸)

اس کے ساتھ ساتھ جان صاحب نے زیور، خوشبوؤں اور سنگار کے متعلقات کو بھی بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ جس سے عورتوں کے مخصوص لہجے اور نسائی فطرت کا ثبوت ملتا ہے۔ زیور کے بیان میں لکھتے ہیں:

چھلا جڑاؤ سونے کا دولہا کے سامنے
میں نے دولہن پہ ڈومنی کو وار کر دیا(۴۹)

چوری لگا نہ جوہری چنی کے یار کو
دردانہ موتی لے گئی گوہر کے کان میں(۵۰)

جواہرات کا ذکر ان کے ہاں یوں ملتا ہے:

دن اپنا پہ کیا یاقوت نے پنا عبث
کوٹ کر کھایا میاں الماس پر ہیرا عبث(۵۱)

موتی چھپ چھپ کے نہ یاقوت کے گھر جایا کر
بات پیدا کہ کہیں پہنچے نہ یہ کان عزیز(۵۲)

سنگار کے متعلقات میں انہوں نے کنگھی، چوڑیاں، مہندی اور سرمے کا ذکر کیا ہے۔ جس کی مثالیں درج کی جاتی ہیں:

نہ کیوں دھک سے کلیجہ ہو کہ کنگھی روز کرتی ہوں
مری تو مانگ میں تل ہے تمہیں دھوکا ہوا جوں کا(۵۳)

نیلا پیلا کیسا شاہانہ دلہن کو چاہیے
سچا جوڑا چوڑیوں کا لادے اے منہار سرخ(۵۴)

تھی بری لال باغ کی مہندی
ہاتھوں کی کچھ ہوئی نہ رنگت سرخ(۵۵)

جان صاحب سے جو لگوایا ہے سرمہ نرگس
خوب کروائی چھری تو نے گنہگار سے تیز(۵۶)

جان صاحب کی ریختیوں میں جن خوشبویات کا ذکر ملتا ہے اور جن اقسام کو انہوں نے بیان کیا ہے اس سے ذہن میں ایک قسم کی تازگی اور فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ مثال ملاحظہ کریں:

عنبر سے اور مشکی سے گھسوئوں گی تجھے
صندل نہ تو نے مرزا کی پکڑی اگر کمر(۵۷)

صندل کو گھسا میں نے تو بو اس کی نہ پھوٹے
عنبر سے مرا حال ملا گیر نہ کہنا(۵۸)

اس کے ساتھ ساتھ جان صاحب کے ہاں مردوں کے لباس اور اس کے متعلقات کا ذکر بھی ملتا ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسے ان تمام باتوں کا خوب تجربہ تھا جسے انہوں نے اپنی ریختیوں میں بخوبی برتا ہے۔

صنف ریختی چونکہ عورتوں کی زبان اور ان کے جذبات سے مخصوص ہے اس لیے عورتوں کی فطرت، شوق، دلچسپی اور مشاغل کے بیان کا شامل ہونا ایک لازمی امر ہے۔ کیونکہ اگر عورت اپنے جذبات کو بیان کرنا چاہے اور اس میں اپنے مشاغل، خواہشات اور دلچسپیوں کے ساتھ ساتھ اپنی پسند و ناپسند کا تذکرہ نہ کرے تو یہ ناممکن سی بات ہے۔ اور عورتوں کی کثیر تعداد (بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ تقریباً تمام خواتین کی دلچسپی زیادہ تر لباس اور آرائش و زیبائش پر مرکوز رہتی ہے تو بے جا نہ ہوگا) لباس کے تذکرے سے لطف حاصل کرتی ہیں۔ اسی طرح ریختی گو شعرا نے بھی جہاں عورتوں سے متعلق دوسرے موضوعات پیش کیے، عورتوں کی نفسیاتی سطح کو ٹٹولا۔ اسی طرح انہوں نے عورتوں کے لباس اور اس کی مختلف اقسام کے ساتھ ساتھ اس کے متعلقات کا بھی بخوبی ذکر کر کے ریختی کے ثقافتی رنگوں کو کامیابی کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی۔

حوالہ جات:

۱۔ بدیع حسینی، دکن میں ریختی کا ارتقاء، انجمن ترقی اردو حیدرآباد، ص ۲۰۸
۲۔ ہاشمی بیجاپوری، دیوانِ ہاشمی، مرتبہ ڈاکٹر حفیظ قتیل، ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد دکن، ۱۹۶۱ء، ص ۲
۳۔ ایضاً، ص ۳ ۴۔ ایضاً، ص ۷ ۵۔ ایضاً، ص ۱۴ ۶۔ ایضاً، ص ۱۸
۷۔ ایضاً، ص ۷۲ ۸۔ ایضاً، ص ۶۲ ۹۔ ایضاً، ص ۶۳ ۱۰۔ ایضاً، ص ۶۹
۱۱۔ ایضاً، ص ۲۵۳۔۲۵۴
۱۲۔ سعادت یار خان رنگین، مشمولہ کلیاتِ ریختی، جلد اول، مرتبہ آیاز احمد، مرکزی ادارہ برائے ہندوستانی زبان، میسور، ۲۰۱۰ء، ص ۴۹
۱۳۔ ایضاً، ص ۵۰ ۱۴۔ ایضاً، ص ۵۴ ۱۵۔ ایضاً، ص ۲۸ ۱۶۔ ایضاً، ص ۳۸
۱۷۔ ایضاً، ص ۴۰ ۱۸۔ ایضاً، ص ۵۰ ۱۹۔ ایضاً، ص ۵۵۔۵۶
۲۰۔ قیس، قیس کا منتخب دیوانِ ریختی، انجمن ترقی اردو، حیدرآباد، ۱۹۶۱ء، ص ۲۴
۲۱۔ ایضاً، ص ۲۶ ۲۲۔ ایضاً، ص ۲۹ ۲۳۔ ایضاً، ص ۴۷ ۲۴۔ ایضاً، ص ۴۸
۲۵۔ ایضاً، ص ۳۱ ۲۶۔ ایضاً، ص ۴۸ ۲۷۔ ایضاً، ص ۳۶
۲۸۔ انشاءاللہ خان انشاء، دیوانِ انشاءاللہ خان انشاء، مشمولہ کلیاتِ ریختی جلد اول، مرتبہ آیاز احمد، مرکزی ادارہ برائے ہندوستانی زبان ۲۰۱۰ء، ص ۶۷
۲۹۔ ایضاً، ص ۸۴ ۳۰۔ ایضاً ۳۱۔ ایضاً، ص ۹۱ ۳۲۔ ایضاً، ص ۸۴
۳۳۔ ایضاً، ص ۹۳ ۳۴۔ ایضاً، ص ۸۲
۳۵۔ محمد محسن خان محسن، دیوانِ ریختی، عرف رنگیلی بیگم، نول کشور پریس لکھنؤ، ص ۱۹
۳۶۔ ایضاً، ص ۳۹
۳۷۔ ساجد سجنی لکھنوی، نگوڑیات، اسرار کریمی پریس الٰہ آباد، ۱۹۸۷ء، ص ۴۳
۳۸۔ ایضاً، ص ۵۱ ۳۹۔ ایضاً، ص ۵۴ ۴۰۔ ایضاً، ص ۹۳ ۴۱۔ ایضاً، ص ۱۳۱
۴۲۔ ایضاً، ص ۱۳۳

۴۳۔ جان صاحب، مشمولہ تاریخ ریختی معہ دیوانِ جان صاحب، مرتبہ مولوی سید محمد مبین صاحب نقوی، الٰہ آبادی، طبع انوار احمدی الٰہ آباد، ص۱۱۸

۴۴۔ ایضاً ۴۵۔ ایضاً، ص۱۲۳ ۴۶۔ ایضاً ۴۷۔ ایضاً، ص۱۴۱ ۴۸۔ ایضاً، ص۱۳۴

۴۹۔ ایضاً، ص۱۱۳ ۵۰۔ ایضاً، ص۱۱۵ ۵۱۔ ایضاً، ص۱۲۷ ۵۲۔ ایضاً، ص۱۳۸

۵۳۔ ایضاً، ص۱۲۰ ۵۴۔ ایضاً، ص۱۳۱ ۵۵۔ ایضاً ۵۶۔ ایضاً، ص۱۳۷

۵۷۔ ایضاً، ص۱۳۴ ۵۸۔ ایضاً، ص۱۲۰